بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ویقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ و تدعوننی الی النارہ ط

(ترجمہ از توضیح القراں)

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دے رہا، اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو؟ (سورہ مومن آیت نمبر ۴۱)

وقت کے پھسلن بھرے موڑوں میں اب ہم پھنس گئے! : حیف چھوٹی ہم سے کیوں اصحابؓ کی راہِ نجات!

(شاعر توحید مرغوبؔ بانہالی)

ماہنامہ

راہِ نجات

بارہمولہ کشمیر

جلد نمبر ۶ برائے سال ۲۰۱۷ء و ۲۰۱۸ء

مجلس علمی اغراض ومقاصد اور اس کے فکری قائد

سرپرست

آسی غلام نبی وانی

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، اونر

منیر احمد وانی

﴿زرتعاون﴾

(فی شمارہ =/25 روپے) (سالانہ =/300 روپے)

(خصوصی تعاون قارئین کی صوابدید پر ہے)

﴿خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ﴾

دفتر ماہنامہ راہ نجات لون کمپلیکس متصل شیروانی میموریل ہال بارہمولہ کشمیر

PIN :- 193101 (J&K)

بانی وسرپرست: آسی غلام نبی وانی 9797087730

نائب سرپرست: سالک بلال 7006823501

ایڈیٹر، اونر، پبلشر: منیر احمد وانی 6005120179

معاون ایڈیٹر ومیڈیا انچارج: محمد اقبال 9596464090

(نوٹ) راہِ نجات ایک خالص تحقیقی رسالہ ہے۔ مُتدیّن اہل علم وقلم حضرات کے تحقیقی مقالوں اور رشحاتِ قلم کو امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنا ہمارا بنیادی مقصد ہے۔ قدیم اور جدید کے صالح امتزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے امت مسلمہ کو اس پرآشوب دور میں صحیح حقائق سے باخبر رکھنا ہم وقت کی اہم اور اشد ضرورت سمجھتے ہیں۔

لیکن!

اس کے لئے جدید متدین دانشور طبقہ اور علوم اسلامیہ کے حاملین و وارثین علوم نبوت کو شانہ بہ شانہ ہوکر کام کرنا ہوگا۔ ادارہ راہِ نجات اس کار عظیم کے لئے ایک پلیٹ فارم کی حیثیت سے کام کرنے کا عزم لئے ہوئے صحافتی دنیا میں کود پڑا ہے۔ خدا کرے ادارہ کا یہ دیرینہ خواب پورا ہوجائے۔

نوٹ

مدیر کا مقالہ نگار کی ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

اس شمارے میں

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	پیش لفظ	۲
۲	مجلس علمی کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد	۶
۳	''راہ نجات'' کا ہفت سالہ علمی تحقیقی سفر	۱۴
۴	مجلس علمی اور علمی مجالس	۱۹
۵	مجلس علمی کے فکری قائد	۲۱
	۱۔ مولانا رومیؒ	۲۲
	۲۔ مفسر قرآن مولانا عبدالحق حقانیؒ	۲۳
	۳۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۲۵
	۴۔ امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ	۲۶
۶	اسلامی تعلیمات کا خلاصہ	۲۶
۷	خلاصۂ کلام	۲۷
۸	خلاصۃ الخلاصہ	۳۱
۹	مطالعہ	۳۲

پیش لفظ

اگر ایک عقل مند شخص کہیں سے گذرے اور اچانک ایک فیکٹری یا بڑا کار خانہ دیکھے تو وہ فوراً اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ کارخانہ کسی خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہوگا یا کسی خاص پروڈکٹ (product) کے حصول کے لیے وضع کیا گیا ہوگا۔ جب وہ اس کارخانے کے گیٹ پر پہنچا تو اس نے وہاں ایک شخص کو پایا اور اس سے پوچھا کہ یہ کارخانہ کس غرض کے لیے بنایا گیا ہے تو اس نے بڑے دلکش انداز میں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ بتایا کہ اس کے اندر اس اس قسم کا مال تیار کیا جاتا ہے اور تیار ہونے کے بعد اس کو دنیا کی بڑی بڑی منڈیوں میں بھیجا جاتا ہے اور وہاں پر اس کے چاہنے والے ان اشیاء کو منہ مانگے داموں میں خریدتے ہیں۔ اور یہ ساز و سامان جو اس کارخانے میں تیار ہوتا ہے بڑے بڑے محلات کی زینت بنتا ہے اور اس کارخانے میں جو بچا کھچا کچرہ رہ جاتا ہے اس کو یا تو جلایا جاتا ہے یا دریا بُرد کیا جاتا ہے یا زمین کے اندر دفن کیا جاتا ہے۔ اس استفسار اور اس جواب کے سننے کے بعد یہ شخص مطمئن ہو کر خاموش ہو جاتا ہے اور اپنے سوال کا مناسب جواب پاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص یہ معقول جواب سننے کے بعد جاہلیت عارفانہ سے کام لے کر کہنے لگے کہ مجھے آپ کی باتوں سے اتفاق نہیں ہے بلکہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ کارخانہ یوں ہی وضع کیا گیا ہے اور اس کا کوئی مقصد نہیں ہے تو اس جاہل مطلق انسان کا قرآن کی زبان میں جواب یہی ہے **اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما**۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

اور جو شخص کارخانے پر مامور public relation oficer کی بات سے مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ گویا بزبان حال کہتا ہے کہ آپ کا فرمان درست ہے اور

میں سمجھ گیا کہ یہ کارخانہ یوں ہی فضول نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اس کا ایک خاص مقصد ہی ہوگا اور اس کا ضرور کوئی مالک بھی ہوگا یہ ایک تمثیل ہے جسکو ہم اس دنیا کے کارخانے پر منطبق کر سکتے ہیں ۔ اللہ ایسے سمجھ دار لوگوں کا حال اپنی کتاب میں بیان فرماتا ہے کہ میرے پیارے بندے جب اس کارخانہ جات الٰہی کو بہ نظر غائر دیکھتے ہیں تو وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے کہ **ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذابا النار** ۔ کہ اے ہمارے رب یہ کارخانہ آپ نے بے فائدہ نہیں پیدا کیا ہے لہٰذا ہمیں جہنم کی آگ سے بچا دیجئے ۔ گویا یہ بندہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ میں حقیقت کو پا گیا اور اے رب تیرا شکر ہے کہ میں حقیقت ناشناس نہ رہا ۔ اگر میں اتنی واضح نشانیاں دیکھ کر اور اس راہبر کی دل کش صدا کو سن کر اس بات کا اعتراف نہ کرتا تو میں بھی جہنم کا کوڑا کرکٹ بن جاتا اور ایسا حقیقت ناشناس واقعی جہنم کا کوڑا کرکٹ بننے کا ہی مستحق ہے ۔ اس کے برعکس ایک سلیم الفطرت آدمی کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں کہ **ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان آمنو بربکم فآمنا ربنا فغفرلنا ذنوبنا و کفرعنا سیٔآتنا وتوفنا مع الابرار** ۔ مطلب یہ کہ اے ہمارے رب ہم نے تیرے اس منادی یعنی اعلان کرنے والے راہبر کی اس دلکش صدا کو سن لیا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم آپ پر ایمان لائے ۔ اے ہمارے رب پس تو ہمارے گناہ بخش اور ہماری برائیوں کو ہم سے ہٹا دے اور ہمیں صالحین کے ساتھ موت دے ۔ اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں اپنے نبیوں کی زبان سے اعلان کروایا کہ اے لوگو یہ دنیا کا کارخانہ ہم نے اچھے اور بُرے کو پرکھنے کے لیے تشکیل دیا ہے اور اس کی حقیقت موجودہ دور کی زبان میں ایک لیبارٹری یا امتحان حال کی طرح ہے جہاں کسی بھی شخص کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور اس کے خون اور گوشت وغیرہ کے نمونے حاصل کر کے اسی کے مطابق علاج کیا جاتا ہے

ڈاکٹر کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ آیا اس شخص کا بچنا ممکن ہے یا یہ لا علاج بیمار ہے ۔ اس مثال کی روشنی میں اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر انسان کی جانچ کن امور میں مطلوب ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس دنیا کے اندر ہمیں مختلف انسانوں کے ساتھ سابقہ پڑتا ہے کوئی شخص نیک عادات کی طرف مائل ہوتا ہے اور کوئی انسان بُرائی کی طرف راغب ہوتا ہے ۔ اور وہ باوجود اچھائی پر قادر ہونے کے اپنی رغبت سے بُرائی کی طرف مائل ہوتا ہے ۔ کوئی انسان قیمتی امانت میں بھی خیانت نہیں کرتا ہے اور کوئی انسان معمولی امانت میں بھی خائن بن جاتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ **افنجعل المسلمین کالمجرمین** کیا ہم فرمابرداروں اور مجرموں کے ساتھ انجام کے اعتبار سے یکساں معاملہ کریں گے ۔ ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے **کیف تحکمون** تمہیں کیا ہوگیا ہے اور تم کیسے فیصلے کرتے ہو ۔ ہر انسان دیکھتا ہے کہ اس سے اس دنیا میں آزاد چھوڑ دیا گیا ہے ۔ وہ چاہے تو دن کے اجالے میں بھی کوئی ناشائستہ حرکت کرسکتا ہے اور نہ چاہے تو رات کے اندھیرے میں بھی بُرائی سے بچ سکتا ہے ۔ اتنی آزادی کے بعد اگر وہ اپنے اختیار سے اپنے لیے بُرائی کا راستہ متعین کرتا ہے تو وہ زندگی بعد موت میں کسی انعام کا مستحق نہیں ہے اور نہ وہ اس کے لیے کوئی مطالبہ کرسکتا ہے ۔ ایسا شخص کارخانے کے کوڑے کرکٹ کی طرح جلنے کا ہی حق دار ہے نہ کہ اعلیٰ قسم کے محلّات اور جنت میں بسائے جانے کے قابل ۔ اسی حقیقت کو اللہ اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرماتا ہے کہ **انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلناه سمیعاً بصیراً ٥ انا ھدینا ٥ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً** ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان بظاہر ایک بدبودار بوند سے پیدا کیا اور اس کے اندر کامیابی کے اعلیٰ امکانات پوشیدہ رکھے اور ان امکانات کو بروئے کار لانے کے لیے سماعت وبصارت کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا ۔ اور اس پر مزید یہ کہ ارادے کی آزادی بھی

عطا کی ۔ اب اس کی مرضی ہے کہ چاہے تو شکر کا طریقہ اختیار کرے یا کفر کا ۔ ارادے کے صحیح استعمال پر ملنے والا سب سے بڑا انعام جو ایک بندے کو ملنے والا ہے وہ دیدار خدا وندی ہے ۔ دنیا کے اندر بھی ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی ملک کا صدر یا بادشاہ کسی شہری کی کارکردگی سے خوش اور مطمئن ہو کر اس کی عزت افزائی کے لیے سینکڑوں طرح کے اعزازات سے نوازنے کا بندوبست کرے لیکن اس عزت افزائی کے لیے سجائے گئے اسٹیج پر خود تشریف نہ لائے اور صرف اپنے خدام کے ذریعے اس کا استقبال کرائے تو باوجود سینکڑوں راحتیں پانے کے اس کے قلب میں ایک کھٹک رہے گی کہ مجھے اس صدر صاحب یا بادشاہ کی زیارت کیوں نصیب نہ ہوئی ۔ اللہ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ اس قسم کی بے مروتی نہیں کرے گا بلکہ ایک تو اپنے دیدار سے نوازے گا اور پھر اپنی قدرت کی زبان سے فرمائے گا کہ میں اب کبھی تم سے ناراض نہ ہو جاؤں گا گویا کہ اس دنیا کے اندر جس جستجو اور تلاش میں وہ سرگردان تھا اس کی آنکھیں اس محبوب، مطلوب اور مقصود کی ذات عالی سے محظوظ ہونگی اور ہر انسان کے لیے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جس کے آگے جنت کی نعمتیں بھی ہیچ ہیں کہ وہ اس ذات عالی کو پا گیا اور حقیقت سے آشنا ہو گیا ۔ اب اس کو نہ کوئی وسوسہ باقی رہے گا نہ کبھی کسی خوف و حزن میں مبتلا ہو گا ۔ پھر کیا ہو گا اللہ خود فرماتا ہے کہ **ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدّعون** ۔ یہ محبوب سبحانی بن جائے گا اور یہی مطلوب رحمانی ہے ۔ اسی کے لیے مجلس علمی کی ساری تگ و دو ہے کہ ہر شخص اپنے رب کے پاس یہ مقام پانے کے لیے خدا کے اس منصوبے کو سمجھے ۔ جس کے تحت اللہ نے اس دنیا کو پیدا کیا ۔ اور دنیا کے لوگوں کو اس خدائی منصوبے سے آگاہ کرنے کا دوسرا نام دعوت ہے جس کی مختلف شکلیں اللہ کی طرف بلانے والے داعیان کرام نے مختلف زمانوں میں اختیار فرمائیں ہیں ۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے تمام بندوں کو یہ حقیقت سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے ۔ آمین

مجلس علمی کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد

(آسی غلامی نبی وانی فتح گڑھی بارہمولہ موسس مجلس علمی جموں وکشمیر)

تمام اہل علم جانتے ہیں کہ اسلام کے داعیوں نے اسلام کو کئی صورتوں سے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا اور ہر صورت اپنی جگہ ایک خاص اہمیت رکھتی ہے اور اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے یہ کسی جاہل کا انداز فکر ہی ہو سکتا ہے کہ وہ صرف اپنی طرز کی کارکردگی کو ہی اسلام کے پھیلنے اور پنپنے کا واحد طریقہ سمجھ لے ۔ داعیان اسلام نے ہر دور میں اپنی پُر جوش دعوت کے ذریعے اسلام کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کی ۔ ائمہ اور محدثین نے درس و تدریس کے ذریعے اسلام کی محافظت کا فریضہ انجام دیا ۔ حضرات علمائے کرام نے اپنی تحریر و تصنیف کے ذریعے اسلام کو فروغ دیا اور صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے خانقاہوں کے ذریعے اسلام کی روح سے طالبوں کو آشنا کیا ۔ یہ ساری باتیں اسلام کے لیے ایک مثبت پروگرام ہے ۔ اور ان تمام عاشقانِ اسلام کے درمیان ایک زبردست تال میل کی ضرورت ہے ۔ لیکن بدقسمتی سے کچھ ایسی ہوا چلی کہ کچھ لوگ اپنے مخصوص حلقے کے اندر کام کرتے رہے اور دوسرے کے کام کو یا تو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے یا ان کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے اور اپنے کام کو موثر ثابت کرنے کے لیے اپنا زورِ بیان اور زورِ قلم صرف کرنے لگے ۔ جو کوئی نیک شگون یا خوش آئند بات نہیں ہے ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر طبقہ اپنا فریضہ انجام دیتے وقت دوسروں کے اکرام و احترام کا بھی خیال رکھے اور ہر طبقہ کو اپنے دعائے خیر میں حصہ دار بنائے ۔ ان چار شعبوں میں تحریر و تصنیف کا شعبہ بھی ایک زبردست شعبہ ہے جس کی اہمیت سے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا ہے ۔ یہ قلم ہی ہے جس کے متعلق اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۔ قسم ہے قلم کی اور ان مبارک سطروں کی

جواس قلم سے لکھی جاتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ قلم کا یہ دعویٰ کہ ’’من شاہِ جہانم‘‘ یعنی میں دنیا کا بادشاہ ہوں اپنی جگہ صحیح اور درست ہے۔کشمیر کی ایک بڑی بد قسمتی اس وقت تک یہ رہی ہے کہ قلم وعلم کے عنوان کے تحت یہاں پر اس وقت تک کوئی باضابطہ لائحہ عمل نہیں اپنایا گیا،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری نئی نسل اپنے اسلاف کے کارناموں اور حالاتِ زندگی سے بھی اس وقت تک پوری طرح باخبر نہ ہوسکی۔آج ہمارے بچے ایران توران کے قصے تو خوب دہراتے ہیں،لیکن اپنی تاریخ اور ماضی سے بالکل بے خبر ہیں۔علامہ اقبالؒ کا مشہور شعر ہے کہ ؎

یادِ عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

دین کے ان بنیادی چار شعبوں میں سے تحریر وتصنیف کا شعبہ اس امت مرحومہ یعنی خیر امت کی اہم ترین خصوصیات میں سے ایک اہم شعبہ تسلیم کیا گیا ہے۔موجودہ دور میں جب کہ لکھنے پڑھنے کا عام رواج ہو چکا ہے قلم کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے ۔لیکن بے لگام قلم نفع کے بجائے نقصان کا پیش خیمہ بھی بن سکتا ہے۔اس لیے ہمیں ہر حال میں علمائے حقانی اور دین پسند اہل دانش کے ساتھ قریبی رابطہ میں رہنے کی ضرورت ہے۔یعنی قدیم صالح اور جدید نافع کا آپس میں میل ملاپ قائم ہو جائے۔
مجلس علمی کے قیام کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ یہ دونوں اہم طبقے بھی آپس میں قریبی رابطے میں رہیں اہل علم کی نگرانی اس لیے بھی ضروری ہے کہ کہیں ہمارے قدم کسی غلط سمت کی طرف لغزش نہ کھائیں۔اور دین پسند اہل دانش کا تعاون اور ان کے مفید مشورے بھی نہایت سودمند رہیں گے۔یہی دو طبقے عملاً عوام الناس کو صحیح سمت کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کے مامور بھی ہیں۔اور اس کام کے لیے موزون بھی۔اسی ضرورت کے پیش نظر ہم اس کے لیے کوشاں ہیں کہ مجلس علمی کے اس

مبارک عنوان کے تحت دینی علوم کو فروغ دیا جائے اس کے لیے اس مجلس نے چند نشانے مقرر کیے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:۔

(۱) مذہبی تاریخی اور عصری اعتبار سے جن موضوعات پر لکھنے کی ضرورت ہے ان کو آسان انداز میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سامنے پیش کرنا

(۲) مجلس علمی کو شرعی حدود میں جدید سہولیات سے جن سے اس شعبہ کو تقویت پہنچنے کی امید ہو ان سے اِس مجلس علمی کو لیس کرنا اور ان سے استفادہ کرنا۔

(۳) اسکولوں اور کالجوں میں سمیناروں اور مجالس کا انعقاد کرنا۔

(۴) اسلامی موضوعات پر لکھنے والے علماء و دانشور حضرات کی مختلف طرح سے حوصلہ افزائی کرنا۔

(۵) اخبارات (دینی رسائل و جرائد) کے ذریعے اسلامی علوم کو گھر گھر پہنچانا۔

(۶) الیکٹرانک میڈیا یا نشر واشاعت کے عصری ایجادات کو بروئے کار لاکر اسلامی میڈیا کو جاندار بنانا۔

(۷) حضرات علمائے کرام اور عوام کو آپس میں قریب لانے کی کوشش کرنا۔جس میں دینی اجتماعات اور مذاکروں کا اہتمام کرنا۔

اسی سوچ کے تحت سال ۲۰۱۳ء میں سرینگر کے سراج العلوم میں مجلس علمی کی طرف سے ’’تذکرۃ السلف عنوان‘‘ کے تحت ایک شاندار علمی سمینار منعقد کیا گیا جس میں تقریباً ڈیڑھ سو علمائے کرام نے شرکت کی جن میں خاص کر علمائے دیوبند اور ندوہ کے جلیل القدر علماء نے بڑے پُرمغز اور جاندار مقالے پڑھے جن کی پوری تفصیل آپ کو راہِ نجات کے ’’سمینار نمبر‘‘ کے ذریعے معلوم ہوسکتی ہے۔چونکہ حضرات علمائے کرام نے مجلس علمی کے تحت اس منعقدہ سمینار کو زبردست سراہا اور بار بار ایسے علمی سمینار منعقد کرنیکی تمنا ظاہر کی۔لہٰذا پھر اسی طرح ایک دوسرا علمی سمینار سال

۲۰۱۷ء میں لون شاپنگ کمپلیکس بارہمولہ میں منعقد کیا گیا جس کا موضوع تھا **''عصر حاضر میں تحریر وتصنیف کی اہمیت اور مسلمان اہل علم کی ذمہ داری''** ۔اس میں وادی کے تقریباً ڈھائی سو علماء و دانشور حضرات نے شرکت فرمائی اور اس میں بھی بڑے پُر مغز مقالے پڑھے گئے اور پھر ان میں سے کئی ایک مقالوں کو راہِ نجات **''مجلس علمی نمبر''** میں شائع کیا گیا اسی ضرورت کے پیش نظر **''مجلس علمی''** نے ان عزائم کو لے کر یہ کام کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جس کی آج ضرورت بھی ہے اور اپنی جگہ کافی اہمیت بھی ۔اس **''مجلس علمی''** کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ منسلک ہونے والے احباب ہی علم وادب کے واحد وارث ہیں بلکہ حضرات علمائے کرام سے استفادہ کرنے کے لیے اور ان کے علوم کو عام کرنے کے لیے ہمیں کل پُرزوں کا کام کرنا ہوگا ،جس کے لیے دوصورتوں میں سے ایک صورت آپ کو اختیار کرنی پڑے گی ۔یا تو ایک رضا کار کارکن کی طرح کام کرنا ہوگا ،تو آپ اس اہم شعبے کے کارکن تصور کئے جائیں گے یا اس کام میں اپنی حد استطاعت کے موافق تعاون کرنا ہوگا تو آپ اس کے معاون تصور کئے جائیں گے ۔اس میں آپ کو کم ازکم اپنے متعلقین کو اس محنت میں جڑنے اور اپنے امکانی حد تک تعاون دینے کی دعوت دینی ہوگی ۔یہ مجلس علمی ایک غیر سیاسی تنظیم ہوگی جس کا مقصد علم وادب کی قلمی خدمت اور زبان سے اس کی نشر واشاعت ہوگی ۔

جو لوگ آنکھیں بند کر کے ان ضروری امور سے آنکھیں موند لیتے ہیں ان سے ہماری کچھ غرض نہیں ۔نہ ہی ایسے خودغرض اشخاص کوئی دینی کارنامہ انجام دے سکتے ہیں ۔البتہ عقل سلیم رکھنے والے اصحاب خیر سے ہماری درمندانہ گذارش ہے کہ وہ آگے آئیں اور وقت کی اس اہم پکار کو جانچ لیں ورنہ ملت کے فرزند اور بہو بیٹیاں اگر راہِ حق سے بھٹک جائیں گے تو اس کا جواب انہیں روزِ محشر دینا ہوگا۔

ریاست جموں و کشمیر ایک ایسی ریاست ہے جس میں پچاسی فیصد مسلمان رہتے ہیں ۔یہاں پر اسلام حضرات سادات کرام کی داعیانہ جدوجہد سے پھیل گیا اور پھر ان کی آغوش میں پلنے والے ریشیان کرام کی مخلصانہ اور بے غرضانہ کاوشوں سے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں رچ بس گیا۔جغرافیائی اعتبار سے یہ ریاست پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اور اس اعتبار سے اگر اس کو ایک پہاڑی ریاست بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔پہاڑوں کے بیچ میں ایک چھوٹی سی وادی بھی ہے ۔جس کو وادیٔ کشمیر کہتے ہیں ۔مجموعی اعتبار سے یہ ایک پہاڑی ریاست ہی ہے ۔اس کی اپنی ایک تاریخ ہے جس کا سلسلہ ہزاروں سال پر محیط ہے ۔اسلام سے پہلے یہاں ہندو مذہب کا چلن تھا ۔اسلام چونکہ خدا پرستی کا ایک عالمگیر دین ہے اور جب یہ اپنی پوری حقیقت کے ساتھ سرزمین عرب سے نمودار ہوا اس کی صداقت نے صحیح الفطرت لوگوں کے دلوں کو مسحور کر دیا اور اس کی راہ میں سمندر اور پہاڑ بھی حائل نہ ہو سکے ۔کشمیر اگرچہ چند صدیوں کے بعد اسلام سے متعارف ہوا لیکن اس کی روحانی کشش نے زمان و مکان کی بندشوں کو توڑتے ہوئے بغیر جنگ وجدل کے کشمیریوں کو اپنی آغوش میں لے لیا ۔داعیان اسلام نے بلند پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے یہاں پڑاؤ ڈالا اور اکثر حضرات نے اسی سرزمین کو اپنا مسکن بنایا ۔یہ حضرات دنیا کے ہر ملک کو اپنا ملک اس زبردست دلیل کے تحت سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے خدا کا ملک ہے ۔ان کے محبت بھرے پیغام نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا اور یہ سارا خطہ توحید کی اذانوں سے گونج اٹھا ۔یہی وجہ ہے کہ یہاں کے ہندو جب آج بھی ان بزرگان دین کے مقبروں سے گزرتے ہیں تو وہ سر جھکا کر ان کے اخلاص اور روحانیت کو سلام پیش کرتے ہیں ۔اور عقیدے کے اختلاف کے باوجود یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ امن و آشتی سے رہتے ہیں ۔

اپنی جغرافیائی حد بندی کی وجہ سے یہ ریاست برصغیر ہند و پاک میں ایک

منفرد ریاست تھی جس کو عبور کرنا بڑے بڑے فاتحین کے لیے بھی مشکل تھا ،لیکن سائنسی علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ زمان ومکان کی دوریاں سُکڑ گئیں پھر کیا ہوا کہ اس خطہ کے لوگوں کا باہر جانا اور باہر کے لوگوں کا یہاں آنا آسان ہو گیا اور آج یہ حال ہے کہ ساری دنیا نے ایک گاؤں کا روپ اختیار کیا ہے ۔اور ہر مکتب فکر کے لیے آسان ہو گیا کہ وہ اپنے افکار وخیال کو دوسروں کے سامنے پیش کرے۔ان میں کچھ افکار وخیال صحیح بھی ہوتے ہیں اور کچھ غلط بھی ہوتے ہیں ،لیکن صحیح اور غلط میں تمیز کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی ہے چنانچہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ:۔ایک خام یعنی کم فہم شخص پختہ ذہن رکھنے والوں کی بات کو نہیں سمجھ سکتا ہے لہٰذا ایسے لوگوں سے الجھنے کے بجائے ان سے دور رہنے ہی میں سلامتی ہے ۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی کوئی تنہائی کا گوشہ پکڑ کر خاموش بیٹھ جائے ۔ایسا کر کے وہ زیادہ دیر تک نہیں جی سکتا ہے اور نہ انسانیت کو غلط راہ پر پڑنے سے روک سکتا ہے ۔اس دنیا کو اللہ نے جس مقصد کے تحت پیدا کیا ہے اس کا وطیرہ ہی ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی (اقبالؒ)

یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین اور علمائے کرام نے ہمیشہ اپنی جان جھوکوں میں ڈال کر اللہ کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کی ۔ان کی کاوشوں کی برکت سے ہی ہم بھی آج مسلمان ہیں اور آئندہ کے لیے بھی ان ہی کی معرفت کی دکانوں سے لوگوں کو معرفت کے جام ملتے رہیں گے۔

اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ نے انسان کو دو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے ۔اور وہ نعمتیں زبان وقلم کی نعمتیں ہیں ہر داعی نے اس زبان وقلم سے ہی ربّانی تہذیب کو عام کرنے کی کوشش کی ہے اور آج کے اس میڈیا کے دور میں بھی انسان ان دو نعمتوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے ۔سلف صالحین نے اپنی قوت گویائی سے لوگوں کے قلوب کو مسخر کیا اور اصحاب قلم نے اپنے قلم سے لوگوں کے دل و دماغ کو منور کیا۔

زبان وقلم کی ان دونوں قوتوں کو اکٹھا کرنے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانے کے لئے علمی مجالس اور علمی رسائل سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ احقر اگر چہ اللہ کے فضل وکرم سے بچپن سے ہی عصر حاضر کی دو مشہور دینی تحریکوں کے ساتھ وابستہ رہا ۔خود بھی مستفید ہوا اور دوسروں کو بھی مستفید ہونے کی دعوت دیتا رہا ۔لیکن اس مسلم اکثریتی ریاست میں دوسری ریاستوں کی نسبت سے ایک کمی ہمیشہ محسوس کرتا رہا کہ یہاں کے مخصوص حالات کے پیش نظر کوئی ایسا منظّم ادارہ وجود میں نہ آسکا جو صرف ان ہی دو شعبوں میں خالصتاً منہمک رہے جس سے ایک طرف مجالس دینی کے ذریعے ہر خاص وعام کو عموماً اور تحریر وتصنیف کے ذریعے تعلیم یافتہ حضرات کو خصوصاً استفادہ کرنے کا موقع ملے اور فروعی مسائل سے بچ کر دین کے پانچ بنیادی شعبوں کو اپنا موضوع بنا کر دینی مجالس کا انعقاد اور اہتمام کرے۔

دین کے یہ اہم اور بنیادی شعبے پانچ ہیں (۱) ایمانیات (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) معاشرت اور (۵) اخلاق ۔اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان ہی پانچ شعبوں کا نام دین ہے ۔ان پانچ شعبوں کو عنوان بنا کر جتنی بھی محنت کی جائے عصر حاضر کے فتنوں کو دیکھ کر وہ اتنی ہی کم ہے ۔کیوں کہ دنیا کے اندر اس وقت جس قدر بھی میڈیا یعنی (موجودہ ذرائع ابلاغ عامہ) موجود ہے ۔اس کی کنجیاں اکثر خدا

فراموش لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں۔اور اس میڈیا سے جو زہریلے اثرات مرتب ہو رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔حالانکہ میڈیا کی اس بے نظیر قوت سے اگر مثبت طریقے سے کام لیا جائے تو نہ معلوم اشاعت دین میں کس قدر مدد ملے گی۔

''رسالہ راہِ نجات'' کے مجلس علمی نمبر میں ہم نے اداریہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ اس عنوان کے تحت قائم شدہ یہ ''مجلس علمی'' دینی جماعتوں میں ایک اور نام کا اضافہ کرنے کی غرض سے قائم نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کے قیام کا مقصد ایمان کی حفاظت ،اسلامی علوم کی اشاعت ،اسلامی کارنامے انجام دینے والی شخصیات کا تعارف ،نئی نسل میں اُبھرنے والے خدشات واشکالات کا تصحیح اور تسلی بخش جواب ،مغربی تہذیب کے مضر اثرات اور ان سے بچنے کی تاکید،اسلامی تحریکات کا تعارف ،مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتحاد واتفاق کی راہیں تلاش کرنے کی بھرپور سعی،تعلیم یافتہ نوجوانوں میں ذوق مطالعہ پیدا کرنا،ہر علاقہ میں دارالمطالعہ قائم کرنے کی ترغیب ،اہم دینی موضوعات پر علمی سمینار منعقد کرانے کی کوشش ،ایک دارالمُبلغین قائم کرنے کا عزم ،جس میں ایسے مبلغ تیار کئے جائیں جو اپنے مفوضہ موضوع پر ماہرانہ عبور رکھتے ہوں اور اسی طرح کی دوسری اہم اور وقتی ضرورتوں کی طرف متوجہ کرنا اور ان کا مناسب حل۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور کو انجام دینے والے کئی حضرات اس وقت بھی اپنے انفرادی دائروں میں کچھ نہ کچھ کوشش کررہے ہیں ،لیکن ان سب افراد کو مربوط کرنے کی کوئی جاندار کوشش اس وقت تک نہ ہوئی۔اور نہ اس طرف توجہ دی گئی ۔نتیجے کے طور پر یہ سب ہیرے منتشر رہے اب ان بکھرے ہوئے موتیوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ہی مالا میں پرونے کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے اور اسی کوشش کا دوسرا نام ''قیام مجلس علمی'' ہے۔

''راہ نجات'' کا ہفت سالہ علمی و تحقیقی سفر

اس کام کا آغاز ہم نے ''رسالہ راہِ نجات'' کو اجراء کرکے شروع کیا ،جس کا پہلا شمارہ جنوری **۲۰۱۲ء** میں شائع ہوا۔اس کا بنیادی موضوع مولانا الیاسؒ کی ''دینی دعوت اور کشمیر'' تھا اور یہ رسالہ زیادہ تر کشمیر کے حوالہ سے ترتیب دیا گیا۔یہ ریاست میں پہلا رسالہ تھا جس میں کشمیر میں تبلیغی جماعت کی آمد اس کے قیام اور کاوشوں کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔یہ رسالہ ایک سو صفحات پر مشتمل ہے۔

دوسرا رسالہ:۔ دوسرا رسالہ فروری **۲۰۱۲ء** میں شائع ہوا۔اس رسالے میں بتایا گیا ہے کہ ائمہ دین اور محدثین عظام نے کس طرح دینی علوم کو آسان انداز میں مرتب کیا اور کون کون سی کتابیں مرتب کیں اور علمی دنیا میں کس کتاب کا کون سا درجہ ہے۔یہ رسالہ بھی ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

تیسرا رسالہ:۔ تیسرا رسالہ مارچ **۲۰۱۲ء** میں شائع کیا۔یہ ایک خصوصی شمارہ تھا جو ''پیر رومی'' کے متعلق تھا۔یہ رسالہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔جس میں مولانا جلال الدین رومیؒ کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

چوتھا رسالہ:۔ یہ رسالہ اپریل **۲۰۱۲ء** میں شائع ہوا۔یہ رسالہ بھی ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔یہ بھی ایک خصوصی شمارہ تھا جو مرید ہندی یعنی علامہ اقبالؒ کے متعلق شائع کیا گیا اور اس میں علامہ اقبالؒ کی فکر ونظر کو آسان انداز میں بیان کیا گیا۔یہ رسالہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

پانچواں رسالہ:۔ یہ رسالہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی اس شہادت سے متعلق ہے جو انہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں احد کے میدان میں پیش کی۔آپؓ حضورﷺ کے چچا تھے۔حق پسندی نے آپؓ کو حضورﷺ کا اس قدر شیدائی بنایا کہ اپنی جانِ عزیز کو بھی اللہ کی راہ میں قربان فرمایا۔اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اس دینِ حق کی خاطر

اللہ کے مخلص بندوں نے کس قسم کی قربانیاں دی ہیں تب جا کر یہ دین ہم تک پہنچا۔ یہ رسالہ بھی ۶۴ صفحاف پر مشتمل ہے۔

چھٹا رسالہ:۔ یہ رسالہ ''کشمیر اور اسلام'' کے نام سے شائع ہوا۔ آسان الفاظ میں یہ کشمیر میں ''اسلام کی آمد'' کا ایک مختصر اور جامع خلاصہ ہے جو جون ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا۔ یہ طالب علموں کے لیے ایک خصوصی تحفہ ہے، جس میں پہلی صدی ہجری سے تا حال کشمیر کی اسلامی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ رسالہ بھی ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

ساتواں رسالہ: علامہ اقبالؒ اجتہاد اور تقلید کے نام سے شائع ہوا۔ علامہ اقبالؒ نے عصر رواں کے فتنوں کو خوب بھانپ لیا تھا۔ ایک طرف سے وہ فکری جمود کو توڑنا چاہتے تھے دوسری طرف وہ اپنے اسلاف کے اجتہادی کارناموں کے قائل تھے ۔اس سلسلے میں اعتدال کا راستہ کیا ہے، اس رسالہ میں ان ہی باتوں کو بیان کیا گیا ہے ، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صالحین اور اہل علم کی پیروی جائز ہے۔ یہ رسالہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

آٹھواں رسالہ:۔ اس کا نام ''تاریخ مذاہب اور عصری تحریکات'' ہے۔ اس میں امت مسلمہ کے مختلف مکاتب فکر اور عصری تحریکات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اور نہایت ہی آسان انداز میں ان کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ طالب علموں کے لیے یہ رسالہ نہایت ہی فائدہ بخش ہے۔ یہ رسالہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

نواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''داعیٔ توحید نمبر'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں شمالی کشمیر کے ایک نامور عالم دین یعنی مولانا عبدالولی شاہ صاحبؒ کی زندگی کے حالات، خدمات اور ملفوظات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کو پہلی بار کشمیر کے ایک معروف دینی ادارہ سراج العلوم ڈلال محلہ سرینگر سے جاری کیا گیا۔ اس روز یعنی مورخہ ۱۶ ستمبر ۲۰۱۲ء کو اسی ادارہ میں دن بھر ایک سیمینار جاری رہا جس میں تین مجلسیں منعقد

ہوئیں پہلی مجلس کی صدارت حضرت مولانا احمد سعید قاسمی نے کی اور دوسری مجلس کی صدارت مفتی نذیر احمد قاسمی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم بانڈی پورہ نے کی۔ تیسری مجلس کی صدارت مفتی عبدالرشید صاحب مہتمم دارالعلوم بلالیہ نے کی۔ یہ سیمینار اس لحاظ سے ایک اہم سیمینار تھا، جس میں کشمیر کے تقریباً ڈیڑھ سو علماء وفضلاء نے شرکت کی۔ اس تاریخی سیمینار کی میزبانی کا شرف سراج العلوم کو حاصل ہوا جس کے روح رواں ''مولانا عدنان صاحب ندوی'' ہیں۔

دسواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''سیمینار نمبر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اوپر جس علمی سیمینار کا تذکرہ ہوا اس میں جو مقالے پڑھے گئے ''راہِ نجات'' نے تو ان کو بھی شائع کیا اور ساتھ ہی ان تاثرات کو بھی قلمبند کیا جو حضرات علمائے کرام اور دانشوران عظام نے اس سیمینار کے متعلق ہمیں ارسال کئے تھے۔

گیارواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''ردقادیانیت نمبر'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں پنجاب کی خانہ ساز نبوت کے دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات زندگی اور خیالات کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اللہ کے فضل وکرم سے اس فرقے کے خیالات کو سمجھنے کے سلسلے میں طالب علموں کے لیے ایک اہم رسالہ ہے جو آسان زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ اور ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

بارھواں رسالہ:۔ ''حکیم الامت نمبر'' کے نام سے شائع ہوا۔ اُن کے عظیم کارناموں کو اس مختصر رسالے میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ رسالہ بھی ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

تیرھواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''امام العصر نمبر'' کے نام سے شائع کیا گیا، جس میں عالم اسلام کے ایک مشہور عالم دین حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے حالات ، خدمات اور تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے

۔کشمیر کا ایک نامور فرزند ہونے کے ناطے ہر تعلیم یافتہ کشمیری کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔

چودھواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ۱۹۲صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا نام ''حضور ﷺ کا آخری طریقہ نماز'' ہے۔اس رسالے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ حنفی مسلک کے ساتھ تعلق رکھنے والے حضرات جس طریقہ سے نماز ادا کرتے ہیں یہ حضور ﷺ کا آخری طریقہ نماز ہے۔اور یہ طریقہ نماز بیان کرنے کی تحقیق قربت زمانہ کی وجہ سے جس قدر امام ابوحنیفہؒ کر سکتے تھے وہ تحقیق دیگر ائمہ حضرات کے لیے اتنی آسان نہیں تھی۔جتنی امام ابوحنیفہؒ کے لیے ممکن تھی ۔کیوں کہ آپ بالاتفاق ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضور ﷺ ۱۳ ہجری میں اس دنیا سے تشریف لے چلے ۔دیگر مشہور ائمہ فقہ اور ائمہ حدیث اس کے بہت بعد پیدا ہوئے۔اس رسالہ میں کسی کا رد نہیں کیا گیا ہے، بلکہ احناف کے اطمینان کے لیے اُن احادیث کو بیان کیا گیا ہے،جن سے احناف کے طریقۂ نماز کی تائید ہوتی ہے۔

پندرواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''علمدارِ کشمیر'' کے نام سے شائع ہوا اور یہ رسالہ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس رسالہ میں کشمیر کے ایک مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ نور الدینؒ کے حالات، خدمات اور تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔سادات کرام کی آغوش میں تربیت پانے والا یہ پہلا مرد کامل تھا جس نے اپنی زبان میں کشمیریوں کو دین اسلام کی تعلیم کو بڑے دلنشین انداز میں سمجھایا اور ہر کشمیری ان کو اپنا روحانی مرشد تصور کرتا ہے۔آپ کے اشعار کئی صدیاں گزرنے کے باوجود ابھی کشمیریوں کے زبان زد عام ہیں،جن کو پڑھ کر یا سن کر دل پر ایک عجیب قسم کی رقت طاری ہوتی ہے ۔آپ کشمیر میں سلسلہ ریشیان کرام کے بانی ہیں اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے جس سطح کی دعوتی محنت کشمیر میں کی ہر کشمیری دل سے اسکا معترف اور قدر دان ہے۔

سولواں رسالہ:۔ یہ رسالہ حضرت شیخ حمزہ مخدومؒ کے نام سے شائع ہوا۔ جو ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کے بعد جو دوسرا بڑا داعی کشمیر میں اٹھا وہ یہی بزرگ تھے۔انہوں نے کشمیر کے مسلمانوں کو اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے ساتھ منسلک رہنے کی جس قدر کوشش کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔آپ کی زیارت سرینگر میں مرجع خاص وعام ہے۔

ستر واں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''آئینہ کشمیر'' کے نام سے شائع ہوا۔اور یہ ۱۲۰صفحات پر مشتمل ہے۔اس رسالہ میں کشمیر کی سیاسی تاریخ بیان کی گئی ہے اور دور رینچن شاہ سے شیخ محمد عبداللہ تک کے حالات مختصر اور جامع انداز میں بیان کئے گئے ہیں یہ رسالہ طالب علموں کے لیے بہت ہی مفید ہے۔

اٹھارواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''جامع تصور دین'' کے نام سے شائع ہوا۔ جو دوسو صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس میں دین کے بنیادی پانچ شعبوں یعنی ایمانیات ، عبادات ، معاملات،معاشرت اور اخلاقیات پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔یہی پانچ شعبے مجلس علمی کا بنیادی موضوع ہیں۔

انیسواں رسالہ:۔ یہ رسالہ ''مجلس علمی نمبر'' کے نام سے شائع ہوا جو ۱۵۸صفحات پر مشتمل ہے ۔ یہ رسالہ ان مضامین پر مشتمل ہے جو بارہمولہ کے ایک علمی سیمنار میں کشمیر کے مقتدر علمائے کرام و دانشوران عظام نے پڑھ لئے ۔ یہ علمی سیمنار لون شاپنگ کمپلکس بارہمولہ میں منعقد ہوا،جس کے لیے ''عصر حاضر میں تحریر وتصنیف اور مسلمان اہل علم کی ذمہ داریاں' موضوع مقرر کیا گیا تھا۔اس میں تقریباً ڈھائی سو علماء اور فضلاء نے شرکت کی اور اس کی صدارت حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب بارہمولہ نے کی۔

بیسواں رسالہ:۔ راہ نجات کا سلسلہ ۲۰۱۲ء سے شروع ہوا۔اور ۲۰۱۸ء کے اختتام

تک ہم نے بشمول رسالہ ھٰذا بیس رسالے شائع کئے۔جن میں مذکورہ بالا عناوین کے تحت شائع ہونے والے مقالوں کے علاوہ راہِ نجات کے دیگر گوشے بھی شائع ہوتے رہے،جس کی پوری تفصیل ان رسالوں کے قارئین کو ان کے تفصیلی مطالعے کے بعد خود بخود معلوم ہوسکتی ہے۔تاہم اس رسالے میں اس کے تمام صفحات مجلس علمی کا قیام اور اسکے اغراض و مقاصد کے لیے ہی مختص رکھے گئے۔

مجلس علمی اور علمی مجالس

پہلے تو ہم نے یہ کام ''راہِ نجات مشن'' کے تحت شروع کیا،جس کی تفصیل بیان ہوئی، لیکن اس مشن کے تحت بھی ہم نے ابتداء سے ہی دینی مجالس کے انعقاد کی طرف خصوصی توجہ دی۔چنانچہ دو بڑے علمی سیمنار منعقد کئے گئے اور تب سے اب تک علمی مجالس کا انعقاد تسلسل سے جاری ہے جس کی کچھ تفصیل ''راہِ نجات'' کے مختلف رسالوں میں بھی ملے گی۔ان مجالس میں ہم کشمیر کے مقتدر علماء کو مدعو کرتے ہیں اور اُن سے دینی بیان کرواتے ہیں عوام کو براہِ راست علماء سے جوڑنے اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے کا یہ ایک قوی ذریعہ ہے۔اس کے علاوہ بارہمولہ اور سرینگر میں اپنے خاص معاونین کو دوبار جمع کیا اور ان کے سامنے تجویز رکھی کہ راہِ نجات کے اس مشن کو ایک خاص نام دے کر کام کو آگے بڑھایا جائے چنانچہ اس سلسلے کی اہم اور بنیادی نشست بارہمولہ میں مورخہ ۷ مئی ۲۰۱۷ء کو ہوئی۔ جس میں مجلس علمی کی دعوت فکر وعمل کا ایک خاکہ پیش کیا گیا،جس میں ''مجلس علمی'' کیوں اور کس لیے عنوان کے تحت ایک ایک پمفلٹ بھی معاونین میں تقسیم کیا گیا اس کے بعد ایک اور نشست سرینگر لاوے پورہ میں نومبر ۲۰۱۷ء کو مولانا غلام محمد پرے صاحب کے دولت خانہ پر ہوئی۔ یہ کشمیر کی راجدھانی میں مجلس علمی کو عملی طور سے تشکیل دینے کی باضابطہ ابتداء تھی جس میں ضلع ڈوڈہ،ضلع شوپیان،ضلع کولگام،ضلع سرینگر،ضلع کپواڑہ کے اصحاب نے شرکت فرمائی اور ان ضلع جات کے تقریباً تیس افراد نے ریاست جموں و کشمیر

میں اس مجلس علمی کا قیام عمل میں لایا اور اس فیصلے کو باضابطہ طور سے ۲۱ نومبر ۲۰۱۷ء کو اخبار تعمیل ارشاد میں شائع کیا گیا۔مذکورہ ضلع جات کے صدور مقرر کئے گئے۔یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ مجلس علمی کا اپنا ذاتی ترجمان رسالہ جاری ہونے تک ''رسالہ راہ نجات''، مجلس علمی کی ترجمانی کرے گا جس کے ۱۹ رسالے اس وقت تک اسی فکر وسوچ کے تحت شائع ہوچکے ہیں،جن کو اصحاب علم و دانش نے بہت پسند کیا اور جنہوں نے فکر وعمل کو مہمیز دینے کا کام کیا اور اللہ کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ رواں دواں ہے۔اجلاس میں اس بات کا عزم کیا گیا کہ یہ مجلس ریاست جموں وکشمیر کے علمائے اہل حق سے برابر استفادہ،مشاورت اور ان ہی کی سرپرستی میں کام کرنے کا عزم بالجزم کے ساتھ پابند رہے گی اور مسلک کے اعتبار سے جمہور اہل سنت کی پابند رہے گی۔محسوس کیا گیا کہ اگر چہ ''مجلس علمی'' پچھلے چند برسوں سے ایک غیر منظّم شکل میں کام کررہی ہے لیکن تجربات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ کسی کام کو جان دار شکل میں وجود بخشنے کے لیے صرف اصحاب علم و دانش کی فکر وسوچ ہی کافی نہیں ہے جب تک اس کے لیے ایک منظّم انتظامی ڈھانچہ نہ ہوگا۔اس لیے علم دوست اور ادب نواز حضرات پر مشتمل ایک انتظامی ڈھانچہ پوری ریاست جموں وکشمیر میں تشکیل دیا جائے جو ایک طرف سے دارالمصنفین اور ندوۃ المصنفین کی طرح علم وادب کو فروغ دینے کے لیے کوشش کرے اور دوسری طرف علماء اور عوام کو قریب لانے کے لیے ایک پُل کا کام کرے ۔کیوں کہ اصحاب علم وفکر کی سوچ کو اگر رشحاتِ قلم کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ بھی مل جائے گا پھر بھی ایک عملی کاروان کی عدم موجودگی میں یہ سارا دفتر کتابوں میں پوشیدہ رہ جاتا ہے اس کو نمایاں کرنے کے لیے قلم کے ساتھ ساتھ کاروان کی بھی ضرورت ہے۔ ریاست میں ''مجلس علمی'' کو جن ٹھوس مقامی، تحصیلی، ضلعی اور صوبائی اکائیوں پر استوار کیا جائے گا یہی مجلس علمی کا عملی کاروان ہوگا۔اور یہی مبارک کاروان اس کا ترجمان ہوگا۔

مجلسی علمی کے فکری قائد

مسلمانوں کے پاس سب بڑا اور سب سے بنیادی سرمایہ قرآن وحدیث ہے ۔اس کے بعد امت کے سوادِ اعظم کا اجماع۔ جس سے کوئی صاحب فہم مسلمان انکار نہیں کرسکتا،لیکن عرب وعجم میں ہر دور میں کچھ ایسی گراں قدر شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے مختلف زمانوں میں قرآن وحدیث کی تشریح وہاں کی مقامی زبان میں کی ہے تا کہ زیادہ سے زدیادہ بندگانِ خدا کو علم دین سے استفادہ کرنا آسان ہوجائے۔ عربی زبان کے بعد دنیا کی جن دو بڑی زبانوں میں علومِ دین کی تسہیل کی گئی ہے وہ فارسی اور اردو ہے۔ بلکہ ہمارے لیے عربی زبان کا علم حاصل کرنا بھی انہی دو زبانوں کے ذریعے سہل اور آسان بن جاتا ہے۔

علم دین کے چار بڑے شعبے ہیں۔ تفسیر قرآن، احادیث رسول ﷺ، تصوف اور فقہ۔ تمام تفاسیر کا مطالعہ، تمام احادیث کا مطالعہ، ساری فقہ کا مطالعہ ، ساری تصوف کی کتابوں کا احاطہ کرنا ہر شخص کے لیے نہ ممکن ہے اور نہ آسان ۔لیکن پھر بھی اگر امت کے اندر مطالعہ کا ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک نصاب ترتیب دیا جائے تو ان کے لیے ان تمام علوم کا درازہ کھلنے کا ذریعہ یہ مختصر سا نصاب بن جائے گا۔ بڑی غور وفکر کے بعد احقر مجلس علمی کے ساتھ فکری یکجہتی رکھنے والوں کے لیے چار بزرگوں کی تحریر کردہ کتابوں کا مطالعہ کرنا اور دائمی اعتبار سے ان کو اپنے مطالعے میں رکھنا مفید سمجھتا ہے۔ان بزرگوں کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:۔

(۱) حضرت مولانا جلالدین رومیؒ ’صاحب المثنوی‘

(۲) مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ صاحب مفسر تفسیر حقانی

(۳) مولانا اشرف علی تھانویؒ (حکیم الامت)

(۴) مولانا انورشاہ کشمیریؒ (امام العصر)

قرآن وحدیث کی ترجمانی جس طرح ان بزرگوں نے کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ مولانا علی میاں ندویؒ نے تاریخ دعوت وعظیمت میں مولانا رومیؒ کو دنیا کے ان چند بڑے داعیوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے مختلف ادوار میں داعیانہ کردار ادا کیا ہے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہؒ کے بعد جو سب سے بڑی اور آسان تفسیر اردو زبان میں لکھی گئی ہے وہ تفسیر حقانی ہے۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی تو کابرین دیوبند میں سے جن دو بزرگوں نے زبردست خدمات انجام دین اُن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا انورشاہ کشمیریؒ کا نام سرفہرست ہے۔ حضرت تھانویؒ نے جو لا مثال خدمت اسلام کی انجام دی وہ ان کے وہ مواعظ ہیں جنہوں نے دنیا کی سب سے بڑی بر اعظم میں مسلمان اصحابِ علم ودانش کے قلوب گرمائے۔ ان کی اس گراں قدر کاوش کو مولانا الیاسؒ کے اس ملفوظ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ’’میرا دل چاہتا ہے کہ طریقہ تبلیغ تو میرا ہو اور طریقہ تعلیم حضرت تھانوی صاحبؒ کا‘‘۔ اس کے علاوہ حضرت تھانویؒ نے مثنوی شریف کی جو شرح بیان فرما کر قلم بند کروائی وہ امت کے لیے ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ اسی طرح مولانا انورشاہ صاحبؒ نے احادیث کی جو تشریح فرمائی اور ان کے شاگردوں نے جس طرح اس کی بڑی جانفشانی سے اشاعت فرمائی وہ قابل صد تحسین ہے۔ یہ سب حضرات علم وعمل کے مجسمے اور متبع سنت تھے۔ لہٰذا ان حضرات کی تصانیف میں جو نور ہے وہ ہر صاحب دل آدمی کے لیے ’’دوائے دِل‘‘ کا بے نظیر تحفہ ہے۔

مولانا رومیؒ

آپ ۶۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۱ھ میں قونیہ میں وفات پائی ۔آپ نے اپنے زمانے کے ممکنہ علوم میں زبردست مہارت حاصل کی پھر اللہ نے اس زمانے کے ایک بہت بڑے صوفی بزرگ حضرت شمس تبریزیؒ سے آپ کو ملایا۔ جن کو

علم تصوف اور علم طریقت میں زبردست کمال حاصل تھا۔وہ بھی کسی ایسے طالب علم کو دل سے چاہتے تھے جوان کے علوم کا دنیا کے اندر ناشر بنے۔مولانا رومیؒ کو خداداد صلاحیت وقابلیت اللہ نے عطا فرمائی تھی۔اس پر شمس تبریزیؒ کی شفقت نے جلا کا کام دیا۔اورانہوں نے اپنے ستائیس ہزار اشعار کے ذریعے شمس تبریزی کے پیغام کو دنیا کے اندر صور اسرافیل کی طرح پھونکا اور تاتاری دہشت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں جو خوف اور ناامیدی پیدا ہوگئی تھی اس کو دور کرکے جرأت اور عملی جدوجہد کرنے کا ایک نیا ولولہ پیدا کیا۔اوراس زمانے کے تمام فتنوں کا قلع قمع کرنے کے لیے اُن کے کلام نے اکسیر کا کام انجام دیا بقول علامہ اقبالؒ ؎

چو رومی در حرم دادم اذان من
از اُو آموختم اسرارِ جان من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن اُو
بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں من

ترجمہ:۔میں نے مولانا رومیؒ کی طرح حرم پاک میں اذان دے دی اور میں نے اسرار جان ان ہی سے اخذ کئے ہیں۔پُرانے زمانے کے فتنوں کی سرکوبی کے لیے اللہ نے مولانا رومیؒ کو منتخب فرمایا اور عصری فتنوں کی سرکوبی کے لیے اللہ نے مجھے قبول فرمالیا۔

مفسر قرآن عبدالحق حقانیؒ

اللہ کی طرف سے دنیا کی سب سے آخری اور عظیم کتاب قرآن ہے،کیوں کہ یہ خالصتاً اللہ کا کلام ہے۔قرآن کے بغیر ایک مسلمان کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے ؎

گر تو مے خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

(ترجمہ) اگر تو مسلمان بن کر جینا چاہتا ہے تو وہ بغیر قرآن کے ممکن نہیں ہے اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق جو مکمل و مدلل تفسیر اس برصغیر میں اردو زبان میں پہلی بار شائع ہوئی وہ یہی تفسیر حقانی ہے۔مغربی تہذیب اور عیسائیت جو اس وقت بھی عالم اسلام کے لیے ایک چیلنج ہے اس زمانے میں بھی وہ اسی طرح ایک چیلنج بنی ہوئی تھی۔اس دور میں اللہ نے حضرت مولانا حقانیؒ سے ایک زبردست کام لیا اور انہوں نے سنی عقائد کے مطابق تفسیر اور عقائد بیان فرمائے۔جس کی زبردست تصدیق علمائے دیوبند نے کی اور جس کو اللہ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی خاص کر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے عقائد الاسلام حقانیؒ کی زبردست تائید فرمائی۔اس لیے تفسیر اور عقائد الاسلام حقانیؒ کا مطالعہ ہر دین پسند کے لیے بے انتہا مفید ہے۔

آپ ۱۸۵۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔آپ کے ایک استاد کا نام مولانا لطف اللہ علی گڈھی ہے۔جن کی ذات اپنے زمانے میں مرجع العلوم والعلماء بن گئی تھی۔اُن کی علمی شہرت کی وجہ سے نواب نے ان کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی اور وہاں مسند صدارت سنبھالی۔لکھا ہے کہ ندوۃ العلماء کی تنظیم قائم ہونے کے بعد جب جب اجلاس ہوتا تھا تو مولانا لطف اللہؒ ہی اس کی صدارت فرماتے تھے ساری زندگی درس و تدریس میں مصروف رہے ۱۹۱۶ء میں میں ۹۰ سال کی عمر میں علی گڈھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے دوسرے استاد مفتی محمد یوسف لکھنوی تھے۔تیسرے استاد کا نام مولانا عبدالحی مہاجر مکی ہے اور چوتھے استاد کا نام شاہ نذیر حسین دہلوی ہے۔جو اگر چہ جماعت اہل حدیث کے موسس و بانی کہے جاتے ہیں لیکن انہوں نے حدیث و تفسیر شاہ عبدالقادر دہلوی،شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ اسحاق محدث دہلوی سے

پڑھی تھی۔مفسر حقانیؒ کے پیر طریقت فضل الرحمان گنج مراد آبادیؒ تھے جو اپنے وقت کے قطب اور ولی کامل تھے۔اپنے دور کے اکابر علماء آپ سے بیعت تھے۔علم حدیث سے خصوصی شغف تھا۔ندوۃ العلماء کے قائم کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔

اللہ نے آپ سے دو اہم کام لئے۔ایک تفسیر حقانی کا کام اور دوسرا اہل سنت والجماعت کے عقائد کو صحیح انداز سے بیان کرنے کا اہم اور ضروری کام۔دین کا دارو مدار ہی صحیح عقائد پر ہے۔انگریزوں کے دور اقتدار میں عیسائی مشینریاں بہت ہی سرگرم تھیں اور مسلمان کسمپرسی کی حالت میں تھے۔مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کے لیے اور عیسائیوں کے بہت سے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے آپ نے اپنی تفسیر کے آغاز میں ہی ایک طویل مقدمہ لکھا جس میں ان اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب دیا۔اور اس کے علاوہ عقائد الاسلام (حقانی) کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی جس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کئے۔اکابر علمائے دیوبند نے اس کتاب کے بارے میں بڑے حوصلہ افزاء ریمارکس لکھے جو پڑھنے کے قابل ہیں۔خاص کر حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ نے اس کی بڑی تعریف کی۔ادارہ ''راہِ نجات'' نے اس کے اکثر مسائل کا خلاصہ سوال و جواب کی شکل میں ترتیب دیا ہے۔اور ان ہی اوصاف کی وجہ سے ان دو کتابوں کو مجلس علمی کے نصاب میں رکھا گیا ہے۔آپ نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔اور درگاہِ خواجہ باقی باللہ دہلی میں مدفون ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آپ کی پیدائش ۱۲۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۶۲ھ میں ہوئی۔یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ وہ ہر زمانے میں اپنے پسندیدہ بندوں سے دین کا ایسا کام لیتا ہے جس سے تشنگان ہدایت کو ایمانی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔اس دور اخیر میں حضرت مولانا

اشرف علی تھانویؒ نے سینکڑوں کتابیں لکھ کر دین کے تقریباً تمام گوشوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی اور اپنے گرانقدر مواعظ کے ذریعے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے عارفانہ کلام کی ایسی دلنشین توضیح فرمائی جو اپنی مثال آپ ہے۔اس لیے ہم اپنے متعلقین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ ان کی تصانیف سے زیادہ سے زیادہ اپنی لائبریریں کو مزین فرمائیں تا کہ اُن کے اندر زیادہ سے زیادہ علمی استعداد پیدا ہو جائے۔اور ان کی کتاب مناجات مقبول کا ورد اپنا وظیفہ بنائیں۔اس کتاب کے ورد سے انشاء اللہ استحضار غلامی حاصل ہو جائے گا۔

امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ

آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اور رحلت ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کی پانچ سو سالہ تاریخ میں شاہ صاحبؒ کی نظیر نہیں ملتی۔اُن کا خاص کارنامہ علم حدیث کی خدمت ہے۔انہوں نے ایسے فقید المثال شاگردوں کی جماعت اپنے پیچھے چھوڑی جنہوں نے اس برصغیر میں علم حدیث کی زبردست آبیاری فرمائی۔لہٰذا ہم ان کے علوم سے بے نیاز نہیں رہ سکتے ہیں اُن کی اور اُن کے شاگردوں کی اُن گراں قدر تصانیف سے استفادہ کرنا اور اُن علوم کی اشاعت کرنا مجلس علمی کی کاوشوں میں شامل ہوگا۔

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ایک نظر میں

جیسے ایک درخت کے پانچ حصے ہوتے ہیں (۱) جڑ (۲) تنا (۳) شاخیں (۴) پتے (۵) پھل۔اسی طرح اسلامی درخت کی جڑ ایمان ہے۔اس کا تنا عبادات ہیں اس کی شاخیں معاملات ہیں۔اس کے سایہ دار پتے اس کی معاشرت ہے۔اور اس کا پھل اس کے اخلاق ہیں۔ایسے ہی درختوں کا باغ لگانے کے لیے یہ

مجلس علمی اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے 2012ء سے کوشاں ہے۔راہ نجات اس کا فکری ترجمان ہے۔رومیؒ،اقبالؒ،حقانیؒ،حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانویؒ اور امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ اس کی پہچان ہیں۔اور مجلس علمی اس کا عملی کاروان ہے۔

اس جدوجہد میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے سے ہمارے ایمان کی حفاظت ہوسکتی ہے،جس کی طرف والذین جاھدو ا فینا لنھدینھم سبلنا میں واضح اشارہ ہے اللہ ہمیں ان باتوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین

ایمانیات کا خلاصہ	اقرار غلامی ہے
عبادات کا خلاصہ	اظہار واستحضار غلامی ہے
معاملات کا خلاصہ	قانون غلامی ہے
معاشرت کا خلاصہ	امتحان غلامی ہے
اخلاقیات کا خلاصہ	حقیقت غلامی ہے
علمی مجالس کے انعقاد کا خلاصہ	حفاظت ودعوت غلامی۔

مجلس علمی مذکورہ بالا صفات اپنے اندر لانے کے لیے کوشاں ہے۔راہ نجات اس کا ترجمان ہے۔رومیؒ،اقبال،حقانیؒ شاہ اشرف علی تھانویؒ،اور شاہ انورؒ اس کی پہچان ہیں۔اور اس کے رضا کار اس کا عملی کاروان ہے۔

خلاصہ کلام

قرآن وحدیث پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ نے ایک معیاری آرام وآسائش گاہ یعنی جنت پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تا کہ وہاں ایک ایسی مخلوق کو بسائے جو مطہر شخصیت کی مالک ہو اور جس کی شخصیت میں ظاہر وباطن کے اعتبار سے دورنگی نہ ہو اور اس کو پرکھنے کے لیے اس کے سامنے اچھائی اور بُرائی کا ایک خاکہ پیش کر کے اس کو آزاد چھوڑا جائے تا کہ وہ اپنی ذاتی پسند سے ان راستوں میں سے کوئی

راستہ اختیار کرے۔انسان سے پہلے اللہ نے ایسی کوئی بااختیار مخلوق پیدا نہیں فرمائی تھی۔یہ پہلی بار اس قسم کی مخلوق پیدا کی اور اس سے خیر وشر کا معاملہ اختیار کرنے میں مختار بنایا،اور جو اشخاص اللہ کی اس عطا کردہ آزادی کا صحیح استعمال کریں ان ہی کو اس معیاری آرام گاہ یعنی جنت میں بسائے۔جنت میں داخل کرنے سے پہلے ایسی مخلوق کو آزمانے کے لیے یہ موجودہ دنیا بطور امتحان گاہ کے تخلیق فرمائی۔جس کو اُس دنیا کا ایک عکس تو کہا جا سکتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے اُسکی جنت کے آگے کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ عارضی دنیا جنت کی ایک نرسری کا کام دے گی کہ جو بندہ اس نرسری میں خود کو صحیح وسالم اور قابل پرورش ثابت کرے اُسی کو جنت کے باغ میں نصب کیا جائے۔یہ جانچ پرکھ اللہ کی طرف سے اس لیے نہیں ہے کہ اُس صانع کو معلوم نہیں ہے کہ جنت میں بسانے کے قابل کون ہے اور کون نہیں ہے۔اپنے علیم ہونے کی وجہ سے وہ پہلے ہی سے یہ جانتا ہے کہ کون جنتی بن سکتا ہے اور کون جہنمی۔ لیکن جہنم کے اندر داخل ہونے کو دلائل کے تحت ثابت کرنا اسی لیے ہے۔کہ اُن پر ان کی اصلیت واضح ہو جائے اور یہ خدا کی شان عدل کے عین مطابق ہے کیوں کہ وہ (عَدَلُ) یعنی عادل ہے۔جیسے ایک انجینر کے سامنے جب کوئی بلڈنگ تعمیر کرنے کے لیے خام مال پیش کیا جاتا ہے تو اپنے علم کی بنیاد پر وہ پہلے ہی جانتا ہے کہ اس کا کون سا حصہ تعمیر میں لگنے والا ہے اور کون سا حصہ بطور waste کے ہوگا پھر اس کو کسی گندی نالی میں پھینکا جاتا ہے یا جلایا جاتا ہے یا زیر زمین دفن کیا جاتا ہے۔اس بے کار waste پر بھی اللہ بغیر دلیل وحجت کے حکم صادر نہیں فرماتا ہے بلکہ دنیا کی آزمائش گاہ میں اُن بُرے لوگوں کو اپنے نیک بندوں سے زیادہ نعمتوں سے نوازتا ہے لیکن وہ اپنی فاسد نیت اور بدخصلتی کی وجہ سے دنیا کے ہر اس ماحول کو بگاڑتے ہیں اور ظلم اور بُرائیوں کو ہی فروغ دیتے ہیں اور جس وقت اُن کو واضح دلائل بیان کرنے

کے بعد بھی سنبھلنے کا خیال تک نہیں آتا ہے تو یہی بات ان کے لیے ایک حتمی دلیل بن جائے گی کہ وہ جنت کے نہیں بلکہ جہنم ہی کے مستحق تھے۔اور ایمان دار لوگ مقصد زندگی کو پاتے ہیں اور اسی کے مطابق دنیا میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔یہی دنیا کی تخلیق کا اصلی مقصد ہے کہ اس کو کوئی عبث چیز نہ سمجھا جائے بلکہ زندگی کے ہر سانس کو قیمتی سمجھ کر اپنے آپ پر رحم کیا جائے اور خدا کی ان بزرگ ہستیوں کی باتیں تہہ دل سے سنی جائیں۔جن کو اللہ نے پیغمبروں کی شکل میں ہمارے سامنے اس دنیا میں بھیجا اور جنھوں نے کوئی معاوضہ وشکریہ حاصل کرنے کے لیے اس پیغام رسانی کا کام نہیں کیا صرف اللہ کی رضا کے لیے خدا کے بندوں کو راہِ نجات کی طرف بلایا۔یہی خدا کا منصوبہ ہے اور قرآن کے ماننے والوں پر یہی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اللہ کے اس منصوبے سے دنیا کے لوگوں کو خبر دار کر دیں اور یہی اللہ کے نزدیک کرنے کا سب سے بہتر کام ہے۔**ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً** سے آخر تک) اسی پیغام کو عام کرنے کے لیے مجلس علمی کو تشکیل دیا گیا ہے جس کا کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے، جو رنگ ،نسل ،ذات پات اور قومیت سے بالاتر ایک عالمی پیغام ہے ،جس کا نشانہ دنیا کا ہر مرد وزن ہے ،فزکل سائنس نے اگر دنیا کو ایک گلوبل ویلیج بنایا تو اس مارل سائنس کے ذریعے دنیا کو یک پُر امن اور مقصد کی خاطر جدوجہد کرنے والا معاشرہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ ہر شخص موت کے بعد اللہ کی بنائی ہوئی جنت کا معزز شہری بنے اس دنیا کی نرسری میں اپنے کو ایک صحیح پودا ثابت کرے اور جنت کا مستحق بنے جس کے لیے اللہ نے سبھوں کے لیے یکساں راستے کھلے رکھے ہیں۔اب یہ ہر سمجھدار کا اپنا ذاتی فریضہ ہے کہ وہ جاہلیت عارفانہ سے کام نہ لے۔خدا کے منصوبے کو سمجھنے کی بھر پور کوشش کرے۔وہ اپنا ذاتی مشغلہ رب کی معرفت بنائے اور اسی ارسال کردہ کلام یعنی قرآن پاک کو اپنا رہبر بنائے اس

دنیا کو ایک عبث کارخانہ تصور نہ کرے۔ بلکہ اس کو لائف سپورٹ سسٹم سمجھ کر اللہ کی طرف سے فراہم کردہ مارل سپورٹ سسٹم کے مطابق زندگی گذارے۔ جس کا بہترین نمونہ حضورﷺ کی زندگی ہے اس کا مطالعہ کرے اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی طرح اس پیغام کو عام کرنے کی کوشش کرے جو ہمارے سامنے قرآن وحدیث کی شکل میں محفوظ طریقے سے موجود ہے۔جس پیغام کا متن صحیح شکل میں موجود ہے تو اب دنیا کے اندر کسی دوسرے نبی کے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس کا صاف صاف اظہار قرآن مجید میں موجود ہے۔

خلاصۃ الخلاصہ

۱۔ زندگی کا حقیقی مقصد جاننے کے لیے کائنات کے متعلق کائنات کے خالق کا منشاء سمجھنا ضروری ہے۔ مولانا رومیؒ خدا کے اس منشاء کو خدا کی طرف سے ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

؎ من نہ کردم خلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

(ترجمہ) مولانا رومیؒ اللہ کی طرف سے حکایتاً فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو میں نے تمہیں اس لیے پیدا نہیں کیا ہے تاکہ تم سے کوئی منفعت حاصل کروں بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ بندوں کے اوپر جود و کرم کروں۔

۲۔ کائنات کے خالق کے منشاء کو سمجھنے کے لیے علم دین کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ”بے علم نتواں خدا را شناخت“ یعنی بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا ہے۔

۳۔ دین کو یقین کے ساتھ دل میں اتارنے کے لیے اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴۔ دین کی پوری تفصیل سمجھنے کے لیے علماء کی صحبت میں بیٹھنا ضروری ہے۔

۵۔ مکمل دین کی تصویر کو ذہن میں ہر دم تازہ رکھنے کے لیے دین کے پانچ بنیادی شعبوں کو یاد رکھنا ضروری ہے جو اس طرح ہیں:

۱۔ ایمانیات
۲۔ عبادات
۳۔ معاملات
۴۔ معاشرت
۵۔ اخلاق

مطالعہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
یہ تجربہ ہے خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے مطالعہ
ہم کیوں نہ مطالعہ کریں ذوق و شوق سے
کرتے نہیں ہیں احمق و اجہل مطالعہ
ناقص تمام عمر وہ رہتے ہیں علم سے
ہوتا نہیں ہے جن کا مکمل مطالعہ
کھلتے ہیں راز انھیں کے قلوب پر
جو دیکھتے ہیں دل سے مسلسل مطالعہ
اسعدؔ مطالعہ میں گذاروں تمام عمر
ہے علم و فضل کے لیے مشغل مطالعہ

اسعدؔ

کتابوں نے مجھے سب کچھ سکھایا
کتابوں نے مجھے انسان بنایا
کتابیں جوں ہی میرے دل میں اتریں
اسی دم طور کا جلوہ دکھایا
مست ہو کر دیکھتے ہیں طالبان معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

نامعلوم